Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
Vol 5 Issue 4 (April-June 2024)
HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

Political Conflict in Khadija Mastoor's Novel "Zameen"

خدیجہ مستور کے ناول "زمین" میں سیاسی کشمکش

Neelum Ambreen
PhD Scholar (Urdu), NCBA&E, Sub Campus, Multan

Shakeel Pitafi
Professor Department of Urdu, NCBA&E, Sub Campus, Multan

Rafia Malik
Professor, Department of Urdu, NCBA&E, Sub Campus, Multan

Abstract

In the heart of Urdu literature, amidst the ink-stained pages and the echoes of storytelling, stood Khadija Mastoor, a titan of words, weaving narratives that echoed the soul of a nation. With diligence and passion, she etched her name into the annals of literary history, her pen carving paths through the labyrinth of emotions. Among her literary treasures, "Angan" and "Zameen" gleam brightest, like twin stars in the vast expanse of Urdu literature. Each word a testament to her dedication, each sentence a melody of sacrifice and resilience. "Angan" whispered tales of yesteryears, painting vivid portraits of a bygone era. But it was "Zameen" that captured hearts and minds, a literary masterpiece revered by connoisseurs and commoners alike. With every turn of the page, readers were transported to the tumultuous landscape of post-partition Sub-Continent, where shadows of strife danced with the light of hope. In the wake of division, as wounds bled and hearts mourned, Khadija Mastoor became the voice of a generation, her words a balm for fractured souls. Through "Zameen," she laid bare the raw emotions that pulsed beneath the surface, a symphony of pain and resilience echoing through the corridors of time. As accolades adorned her name and awards embraced her work, Khadija Mastoor remained steadfast in her commitment to truth and beauty. With "Zameen," she not only penned a novel but etched her soul onto the literary landscape, a legacy that would endure for generations to come. In the tapestry of Urdu literature, Khadija Mastoor's "Zameen" stands tall, a beacon of light guiding readers through the labyrinth of human experience, reminding us that even in the darkest of times, stories have the power to illuminate the path forward.

Keywords: Khadija Mastoor, Politics, Novel, Urdu Literature, Sub-Continent, Partition

بیسویں صدی میں جن خواتین نے قدم رکھا ان میں خدیجہ مستور کا نام قابل فخر کا باعث ہے آج بھی اردو ادب کی خواتین مصنفین کا جائزہ لیا تو کچھ اہم نام جیسے کہ عصمت چغتائی، قرۃ العین حیدر، خدیجہ مستور، رشید جہان اور جیلانی بانی کے عظیم اور تاریخی ناموں میں سب سے اعلیٰ مقام پاتی ہیں۔ خدیجہ مستور ۱۱ دسمبر ۱۹۲۷ء کو اُتر پردیش کے مقام بریلی میں پیدا ہوئیں۔ آپ نے ادب کی اس ماحول میں آنکھ کھولی جو ایک باادب گھرانے کا حصہ پایا جاتا ہے۔

ہاجرہ مسرور لکھتی ہیں:

> "گھر کا ماحول سخت علمی، ادبی، سیاسی قسم کا تھا۔ والدہ زمانہ رسائل کی مضمون نگار، والد ان کے استاد، دنیا جہان کی کتابیں پڑھنے اور سجانے کا شوق۔"(۱)

خدیجہ مستور نے اپنی ابتدائی تعلیم گھر ہی میں حاصل کی خصوصاً قرآن مجید جو انہوں نے صرف آٹھ برس کی عمر یعنی بچپن میں پورا کیا۔ اس کے علاوہ ازیں انگریزی، اردو، ریاضی کی تعلیم بھی گھر پر مکمل حاصل کی۔ خدیجہ کے والد تہوار احمد ایک سرکاری گورنمنٹ افسر تھے جو فوج میں ڈاکٹر وٹرنری کے طور پر اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہے تھے۔ خدیجہ مستور کی والدہ کا نام انور جہاں بیگم تھا۔ خدیجہ مستور کی مزید پانچ بہنیں اور دو بھائی تھے۔ آپ کی ایک پیاری بہن حاجری مسرور ادب کی دنیا میں ایک چمکتا ہوا ستارہ رہی جس کا تذکرہ کیے بنا ادب کی دنیا مکمل نہیں ہو سکتی۔ خدیجہ مستور قدرتی طور پر ایک ادب دوست بھی تھیں۔ بچپن میں اپنے بسنے والے لوگوں بڑوں اور بچوں میں بہت پسندیدہ تھیں۔ وہ فطری طور پر حقیقت پسند تھیں۔ خاص طور پر غریبوں کے بچوں سے بہت پیار

کر تیں۔ان کے اندر گھل مل کر رہتیں۔وہ گاؤں کے بچوں سے کھیل کر خوش ہو تیں مثلاً گلی ڈنڈا، پکڑن پکڑائی اور بھی بہت سے کھیل۔خدیجہ کو کشتی اور کبڈی جیسے مر دوں کے کھیل بہت اچھے لگتے۔ وہ چاہتی کہ ان کی چھوٹی بہن حاجرہ مسرور بھی ان کے ساتھ پر کھیلیں۔وہ حاجرہ کو یہ کہتی کہ :

"بڑی بزدل ہو یار تم بھی کشتی لڑو چلو میں وہ داؤ بتاؤں کر سالا کوئی سامنے نہ آئے۔"(۲)

وہ فطرت اور پرندوں سے بھی بہت زیادہ محبت کرتی تھیں۔آپ کی والدہ محترم بھی زبردست ادبی ذوق کی مالکہ تھیں وہ مضامین نویسی کا دلچسپی سے مطالعہ کرتی تھیں۔آپ نے شروع شروع میں شاعری کے فن کو آگے رکھا۔

اس بارے میں آپ بیتی میں تحریر کرتی ہیں:

"دو چار بھی کہہ لیتی لیکن جلد ہی معلوم ہو گیا کہ یہ شاعری اپنے بس سے باہر ہے۔"(۳)

خدیجہ مستور کو وراثت میں ادبی شوق ملا لکھنے کا شوق اور مقام و مرتبہ کا سہرا ان کی امی جان کے سر پر تھا وہ آٹھ برس کی بچی تھی اس عمر میں بچہ باہر کی رنگینی دنیا کو اتنا نہیں جانتا کہ قلم کی تحریر پر واقف ہو جائے۔انہیں پڑھنے لکھنے کا شوق تھا جب آپ کے والد کا انتقال ہوا تو آپ کی عمر ۱۰ برس تھی۔خدیجہ مستور کی ادب کی حیات پر توجہ دیں تو تجزیہ نکلتا ہے کہ ادبی خزانہ لا تعداد چھوڑا ہے آپ نے جو بھی لکھا جتنا بھی لکھا کمال اور عمدہ لکھا۔عورتوں کی شکلات پر لکھا ہندوستان کی معاشی، سیاسی اور معاشرتی حالات اور عام آدمی انسان کی حیات کو موضوع بناتے ہوئے مشکلات و مصائب کی نشاندہی کی اور حقائق سے بنی عام مشاہدے سے بہت ساتھ کا تعلق رکھتے ہیں۔ابتدائی تحریر میں افسانے لکھے۔

ناول "زمین" پہلی مرتبہ لاہور ادارہ فروغ اُردو ادب کی طرف سے ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا۔صفحات کی تعداد ۲۳۸ رہی۔اس کا دوسرا ایڈیشن اُتنے ہی صفحات پر ادارہ فروغ اردو نے ۱۹۸۴ء شائع ہوا۔البتہ تیسرا ایڈیشن سنگ میل پبلی کیشنز لاہور سے ۱۹۹۵ء میں اشاعت ہوئی کل صفحات کی تعداد ۲۳۸ رہی۔ناول "آنگن" کے بعد ان کا دوسرا ناول "زمین" ہے سب سے بڑی دلچسپی کی بات یہ ہے کہ یہ دونوں ناول ایک ہی داستان کا تسلسل ہیں دونوں کہانیاں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں دونوں کا موضوع ملتا جلتا ہے آپ نے یہ دو شاہکار ناول لکھے ہیں۔پہلا ناول "آنگن" ہے دوسرا ناول "زمین" ہے یہ کہانی پورے برصغیر کے سیاسی و سماجی کا شفاف آئینہ ہے انگریزوں کے نوآبادیاتی نظام سے مسخ شدہ سیاسی مسائل و مشکلات کا منظر پیش کرتی ہے۔ہمیشہ ادب کی دنیا میں یعنی ادبی خدمات میں محو و مگن نظر آئیں۔ہر ادیب اپنے معاشرے کا ایک حساس دل شخص ہوتا ہے وہ ارد گرد کی آواز محسوس کرتا ہے۔

ناول "زمین" خدیجہ مستور کا دوسرا آخری ناول ہے۔یہ ناول جو کہ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں تجزیہ کیا اپنی حیات میں شائع نہ کروا سکی ۱۹۸۴ء میں یہ ناول جب چھپا تو اس دور میں یہ موضوعاتی حوالے سے اپنی معنویت کھو رہا تھا۔سرمایہ دارانہ نظام نے نئی کروٹ لے لی ہندوستان کے مسائل اب پرانی یادیں ہیں۔یہ ناول آزادی کے لحاظ سے بہت اہم ہے۔بہت عرصے کے بعد بھی ہمارے معاشی سیاسی سماجی مسائل وہی پرانے نقشے کا مناظر پیش کرتی تھیں۔یہ نیا معاشرہ ایک اہم مقصد کے حوالے سے سرانجام دیا۔

خدیجہ مستور نے اس ناول کی ابتداء وہیں سے کی جہاں سے ان کا پہلا ناول "آنگن" اپنے اختتام کو پہنچا۔عالیہ کے بعد اس ناول کا مرکزی اور موضوعاتی کردار ساجدہ ہے عالیہ کی سوچ افکار ساجدہ سے ملتی جلتی ہے۔کہانی کی ابتداء مہاجرین کے مسئلے اور مشکلات اور پاکستان کے عہد ارتقاء کی سیاسی کشمکش ہے وقت کی ناانصافی نے غلط اثرات مرتب کیے نظریہ کی بنیادیں کھڑی کرنے میں بہت زیادہ بحران کا باعث بنتا گیا۔شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔مایوسی کی اس حالت میں لوگوں نے گھر بار، جائیداد، مال و دولت، اسباب زن اور زمین کی قربانیاں دیں۔قتل و غارت کا صدمہ اور خواتین کی عزت کی پامالی برداشت کیں مگر وہ خواب مکمل نہ ہو سکا۔اس ناول کے شروع میں ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان آکر حالات سے فائدہ اٹھا کر کافی فائدہ اٹھانے میں کامیاب رہے۔

خدیجہ مستور نے معاشرے کے اس اندھیرے سے نکالنے کی طرف توجہ دلائی ہے ہمارے معاشرے کے ہر آدمی اپنی جدوجہد میں سیاسی نظریات کا شکار ہو کر ہلاک ہو جاتے ہیں۔

"واقعیت کی وہ سیدھی راہ جو اخلاقی زدگی کی بنا پر رسوا کو بھی نہ مل سکی اور جدید نفسیاتی تحلیل کے چکر میں عصمت چغتائی کے ہاتھ سے فی تجربہ کے ماتحت قرۃ العین حیدر کے ہاتھ سے نکل گئی۔"(۴)

خدیجہ مستور کے دونوں ناولوں کے مرکزی کردار یعنی ساجدہ اور عالیہ میں ہمیں ایک ہی نظریہ حیات دکھائی دیتا ہے یہ ایک مشرقی مثالی کڑی کے کردار ہیں۔ساجدہ کا کردار ایک ایسا کردار ہے جو ہمیشہ حب الوطنی، قومی مفاد کے لیے فکر مند نظر آتا ہے ملکی مفادات کو نقصان دینے والوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہوا نظر آتا ہے۔عالیہ کا کردار بھی آنگن میں اسی نظریہ زندگی اور وطن سے محبت کرنے والی ہے۔

خدیجہ مستور کے دونوں ناولوں میں نسوانی کردار اس قدر بلند مرتبہ اور اخلاقی حوالے سے اہمیت رکھتے ہیں اس مرتبے کا ایک بھی مردانہ کردار نہیں مگر ناظم کا کردار "زمین" کا ایک اہم مرکزی اور موضوعاتی کردار ہے باضمیر اور باکردار انسان کا اہم کردار ہے۔

ناظم کی نجی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو وہ باپ بھائی سے صرف اس وجہ سے لڑائی کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ مال و دولت کی حرص و ہوس کا شکار رہتے ہیں۔ناظم ساجدہ سے محبت کرتا ہے مگر ساجدہ ناظم سے دلچسپی نہیں رکھتی۔ڈاکٹر نیلم فرزانہ ناظم کی شخصیت کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار یوں کرتی ہے :

"اس ناول میں ایک نیا کردار ناظم کا ضرور اُبھرتا ہے جو مزاج کے اعتبار سے آئیڈیل ہے۔ناظم ایک ایسا انسان ہے جس نے وقت سے مصلحت نہیں کی بلکہ وہ انجام سے بے پرواہ ہو کر آرزوؤں کے مطابق کرنا چاہتا ہے۔ناظم کا کردار ترقی پسند ادیبوں کی یاد دلاتا ہے۔"(۵)

CC BY

ناظم گہرا سیاسی ماحول کی وجہ سے سیاسی شعور بھی رکھتا ہے وہ ایک بار قیام پاکستان سے پہلے جیل جا چکا ہوتا ہے سیاسی تجزیہ اسے یہ سکھاتا ہے کہ یہ حکومت زیادہ عرصے تک نہیں چل سکے گی حالات کے بعد ناظم کے خوف کو صحیح ثابت کر دیا۔ جمہوری حکومت مسلمانوں کے جائز حقوق کے تحفظ میں کامیاب نہ ہو سکی۔ عوام کی مشکلات میں اضافہ ہوتا گیا اور اقتدار حکومت کو زیادہ عرصے تک بڑھانے کے لیے بہت زیادہ محنت اور کاوشیں اور خدمات خرچ کر دیں۔

ڈاکٹر سید محمد عقیل اسی حالات کی سیاسی کشمکش کی طرف منظر کشی کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

"ناول نگار نے تقسیم کے بعد پاکستان میں مہاجرین کے مسائل اور بدانتظامی پر تنقیدی نظر ڈالی ہے۔"(٦)

ناول کے کردار ابتداء میں نظر آتے ہیں۔ ناول "زمین" میں ساجدہ اور ناجی کا کردار اس لیے گہرا اثر رکھتی ہے نوآبادیاتی معاشرے میں خواتین کو مسلسل عزت اور باقی زندگی کی جنگ لڑنی ہوتی ہے۔ اس ناول میں خدیجہ مستور نے کردار تعداد کے حوالے سے مقدور ہیں مگر یہ سب جان دار کردار ہیں۔ اماں بی، خالہ بی، ساجدہ، تاجی، سلیمہ، ناظم، کاظم، آمنہ اور مالک ایک اہم کردار ہیں۔ صلاح الدین کا کردار بھی بہت اہم کردار ہے۔ ساجدہ صلاح الدین سے دلچسپی رکھتی ہے وہ اس کی بچپن کی محبت ہے حالات کے تقاضے میں اسے ناظم کے لیے رشتہ قبول کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ کاظم اس کا دیور بنتا ہے تو ساجدہ اسے اوقات یاد دلاتے ہوئے جھڑک کر احساس دلاتی ہے کہ اب وہ اس کی بھابی بن چکی ہے یہ الفاظ کاظم پر بجلی بن کر صدمہ بنتے ہیں۔

"تم کاظم اتنے بدتمیز ہو یہ نہیں جانتے کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ بھاوج کو کس نظر سے دیکھنا چاہیے! کیا تمہیں سلام کرنے میں بھی کوئی شعور نہیں ہے۔"()

کہانی کے آخر میں تخیلاتی طور پر مل تو جاتا ہے مگر کاظم سے بدلے ہوئے انداز میں کوٹھی کی الاٹ منٹ کی سفارش کروانے گھر تک جا پہنچتا ہے اور جب تعارف انٹرویو کرواتا ہے تو ساجدہ کو یوں لگتا ہے کہ جیسے کسی نے اس کے دل پر تیر چلا دیا ہو۔ ساجدہ حوصلے، ہمت اور بلند توانائی بہترین مثال ہے۔ ڈاکٹر فاروق عثمان عالیہ اور ساجدہ کے کرداروں کی ایک ہی اظہار رائے پیش کرتے ہیں کہ:

"ساجدہ زمین کا مرکزی کردار ہے عالیہ کے کردار کی ایک جہت نظر آتا ہے ساجدہ کے تصورات ہمیں عالیہ کے شعور کی یاد دلاتی ہے وہ آنگن کے اختتام صفدر سے ملاقات کے بعد عالیہ المیہ سے دوچار ہے۔"(٧)

خدیجہ مستور خواتین ناول نگاروں میں سے اہم ناول نگار بن کر سامنے آئیں جنہوں نے تعلیم ہند کے عہد کے حالات اور واقعات کا باریکی سے تجزیہ کیا۔ اپنی حالات کے موضوع پر ناول نگاری کو تحریر میں پیش کیا ہے ناول زمین میں ایسے کردار ہیں جو تقسیم ہند کے بعد اپنی پرانی شکل وصورت اور صورتحال کو بھلا کر مٹا کر نئی منزلوں کو اختیار کر لیتے ہیں کتنی خواتین اپنے قبیلوں میں بچھڑ کر جدا ہو کر ہمیشہ کے لیے دفن خاک ہو گئیں۔ کتنی خواتین کو اغوا کیا گیا۔ کتنی خواتین کو مار کر قتل کر دیا گیا ان کی تعداد ہزاروں میں نہیں تھی بلکہ لاکھوں میں ہی تھی۔ خواتین کے ساتھ خطرناک رویہ کی مثال کسی تاریخ میں نہیں ملتی۔ انسانی رویے کے لحاظ سے یہ حالات وواقعات انسانی تاریخ کا قدیم ایک بہت بڑا المیہ تھا۔

قدیم دور میں عورت پر مظالم اور اس کے حقوق کی صورت کی مثال ملتی ہے۔ معاشرے نے ہمیشہ مساوی حقوق دینے میں ناانصافی برتی ہے ساجدہ کی شکل میں خدیجہ کا عکس نظر آتا ہے۔ ساجدہ کے نظریات خدیجہ مستور اپنے عقائد و نظریات ہی محسوس کرتی ہے۔ تاجی مہاجرین لڑکیوں کی نمائندگی کرتی ہے جو کاظم کی طرح لوگوں کی بھینٹ چڑھ کر جاں نثار ہو گئیں۔

ناول زمین میں ملک ہندوستان کا سیاسی المیہ نظر آتا ہے اور سماجی بھی۔ اگرچہ کہانی کا پلاٹ معاشرے کی اندرونی داستان کو آگے ساتھ ساتھ لے کر چلتا ہے۔ ناظم نظریہ پاکستان کے عملی تحفظ کے لیے کوشش وسعی کرتا ہے صلاح الدین پاکستان ہجرت کر کے آنے والے اپنے گروپ کی مدد کرتا ہے۔ وہ پاکستان آکر جائیداد اور مال کے حصول کو اپنا مقصد بنا کر زندہ رہتے ہیں اور اپنے خاندان اور خونی رشتوں کو بھول جاتے ہیں۔ ان مشکلات کا سامنا کر کے وہ ہجرت کر جاتے ہیں ناظم کی پھوپھی زاد بہن سلیمہ ہے یہ بے باک اور خود دار کردار ادا کرتی ہے یہ ایک ایسی لڑکی ہے جس کا کردار انسانی حقوق کی کوشش کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے وہ بہت سی مہاجرین عورتوں سے محبت اور ہمدردی کرتی ہے وہ حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرتی ہے وہ حیادار اور حقیقت پسند لڑکی ثابت ہوتی ہے جو تلخ حقیقتوں کا سامنا کرتے ہوئے ادراک رکھتی ہے۔ وہ کہتی ہے:

"مرد اور عورت کی محبت بھوک کا دوسرا نام ہے یہ خود غرض بھوک ہوتی ہے جو ناطوں کی محبتوں کو چاٹ جاتی ہے کال پڑ جاتا ہے مگر محبت کا پیٹ نہیں بھرتا۔"(٨)

نسوانی کرداروں میں سے ایک اور اہم کردار ناجی کا بھی ہے جو کہ ہجرت کے بعد بے بس معذور اور بیچارہ لڑکیوں کی استحصال اور ظلم کی داستان پیش کرتی ہے۔ ناجی اس اعتبار سے بدقسمت بھی ہے کہ اس نے ہونے والے اپنے اوپر ظلم وستم کو خاموشی اور صبر سے برداشت کیے ایسی لڑکیاں شادی اور ازدواجی زندگی کے خواب دیکھتی ہوئی روانہ ہو جاتی ہیں۔ ناجی کے حالات اور طبیعت کا عکس اور مناظر یوں تحریر کیے:

"آٹھ دس دن سے ناجی کی طبیعت اتنی خراب تھی کہ وہ اپنے کوارٹر سے بھی نہ نکلتی تھی۔ نبض ٹٹولتی، ماتھے پر ہاتھ رکھتی مگر نہ تو اسے بخار تھا نہ زکام، رخساروں کی ہڈیاں نکل آئیں۔"(٩)

تمام چیزوں کے باوجود ناظم سے ساجدہ پیار نہیں کرتی المیہ داستان ساجدہ کی ہے اور طربیہ بھی۔ المیہ ان معنوں میں کہ ساجدہ نے بطور مجبوری ناظم سے نکاح کر کے شادی بھی کر لی اور البتہ صلاح الدین کافی عرصے کے بعد ملتا تھا مگر ملا بھی تو بدلے ہوئے کردار کے ساتھ کہ وہ صلاح الدین کا عکس تب بھی نہ تھا۔ بس کا وہ بے صبری سے انتظار کر رہی تھی بہت عرصے سے یہ حالات ساجدہ کے لیے بہت دردناک تھے مگر وہ صبر کر لیتی ہے اس کی حیات میں ناظم جیسا پیار کرنے والا خاوند اور بچے ہیں طربیہ پہلو ساجدہ کی حیات میں یہ ہے کہ ساجدہ سے ناظم ہی شادی کر لیتا۔ اور اس طرح پڑھنے والے کو راحت ملتی ہے کہ بے آسرا اور لاوارث اور خانماں بدقسمت لڑکی استحصال سے مزید ہی بچ گئی ساجدہ ناظم کی شادی کے بعد کی داستان ایک عظیم بیوی اور ہمدرد لڑکی کی ہے جو خاوند کا

CC BY

ساتھ ہر قدم پر شوہر کا دیتی ہے تمام اعمال اور حالات میں وہ مدد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ ناظم کے گھر میں کام کاج کا زیادہ وزن ہو جاتا ہے وہ سلیمہ کی امی سے کہتی ہے کہ خالہ آپ بھی میرا ہاتھ بٹائیے اس کے ساتھ ساتھ وہ سب کرداروں سے پیار و شفقت سے سامنے آتی ہے۔ انسانیت سوز سلوک کرتے ہیں جب ناجی بیمار پڑ جاتی ہے اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاتی ہے اس کی دیکھ بھال کرتی ہے مگر ناظم کی کی ہوئی زیادتیاں اور ظلم و ستم برداشت آخر کار ناجی فوت ہو جاتی ہے۔ ”آنگن“ میں داستان کے اختتام میں صفدر سے ملاقات کے ٹائم اس کی بدلی ہوئی عادات کو دیکھ کر بالکل اسی صورت حال سے گزر جاتی ہے۔ صلاح الدین سے جذباتی جوش، محبت، پیار اور تنہائی اس کے بعد اس کا ناظم سے شادی کرنا اور پوری کوشش کے باوجود خود بخود دلی طور پر ناظم سے وابستہ نہیں کر سکا۔ ذہنی فساد کا سبب ساجدہ کے لیے ہے۔ ساجدہ ذہنی دباؤ کی وجہ سے فتور پیدا ہونے لگتے ہیں ناظم محکمہ بحالیات میں ملازم ہے اس سے جڑ کر بہت متاثر ہوا والدہ کی فوتگی کے بعد اس کو مجبور کر کے گھر آیا تھا اس کی بھی وہ ذہانت سے بہت زیادہ متاثر تھا۔

یہ خدیجہ مستور ہی ہیں جو حقیقت نگاری کی تحریک کے لیے ایک روشن مینارہ کی طرح ہیں۔ ڈاکٹر ممتاز احمد خان ناجی کے کردار کا تجزیہ اور موازنہ ناول ”آنگن“ کے کردار چھمی سے کرتے ہوئے یہ بیان کرتے ہیں:

> ”آنگن میں چھمی ایسی طبیعت رکھنے والی لڑکی تھی اور زمین میں اس کا سایہ ناجی کی شکل میں موجود ہے۔“ (۱۰)

یہ مماثلت دونوں کرداروں میں اس بنا پر ہے کہ دونوں کردار افراد خانہ کی ظل و ستم کا نشانہ بنتے ہیں۔ والدین کی محبت سے دور چھمی ایک لڑکی تھی جو کہ اپنے اوپر ہونے والی زیادتیوں اور مظالم سے بدلہ لیتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ ایک اور کردار زمیندار اس ناول کا کردار ہے جو امیر طبقے اور مال و دولت والے اشخاص کی زندگی کا احاطہ کرتا ہے جو کہ زمین مال و جائیداد کی اہمیت انسانوں سے زیادہ ہے وہ اپنی گھر والی کے جہیز کے آٹھ مرلوں کی خاطر لالچ میں تشدد کا نشانہ بناتا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر اشفاق عالم اعظمی زمیندار کے کردار سے متعلق فرماتے ہیں:

> ”زمیندار اپنی بیوی کو اس لیے مارتا ہے کہ باپ نے جہیز میں بہت زمین دی۔ قیام پاکستان میں مہاجر لڑکیوں کی بے بسی کا ذکر ملتا ہے۔ ہر ناول مسائل، جاگیردارانہ ماحول، مہاجرین کی پست زندگی کی ترجمانی کرتا ہے۔“(۱۱)

خدیجہ مستور ترقی پسند فکشن نگار بھی ہیں انہوں نے سوچ اور افکار اور ترقی پسند کو اہمیت دی مگر قیام پاکستان کے بعد قیام پاکستان کا جو مفہوم ہمارے سامنے بااثر طبقات نے پیدا کیا اور اس کی مثال نہیں ملتی جتنی کہ اس نے ترقی تیزی سے کی۔ صلاح الدین کا کردار ظاہری طور پر ساجدہ کے کردار کے متعلق ہی سامنے آتا ہے اس کا کردار یا تو ناول کے شروع میں نظر آتا ہے یا پھر آخر میں نظر آتا ہے۔ البتہ ہر وقت ساجدہ کی یادوں میں ہر وقت رہتا ہے وہ اس کا ذکر کرتا رہتا ہے۔ اس ناول میں اس کے اوصاف اور خامیاں ابھرتی ہوئی نظر آتی ہیں مگر پڑھنے والا کی محبت اور دلچسپی کامیاب نہیں ہوتی۔ ساجدہ جیسی پیار کرنے والی اچھی لڑکی سے جدا ہونے کے عرصے بعد بھی اچانک آمنا سامنا ہوتا ہے اس کے باوجود اس کے چہرے کا تاثر حقیقی خوشی و پیار کے کوئی جذبات نہیں نظر آتے۔

مصنفہ ناول کے اختتام میں کچھ صفحات پر اس کی جو تبدیل شدہ کردار نظر آتا ہے وہ اصل میں معاشرے کے نئے پیدا کردہ نوجوان کی تبدیل شدہ سوچ کا صاف شفاف آئینہ دکھاتی ہے۔

خدیجہ مستور کے ترقی پسند عقائد و نظریات کے ان ناولوں پر گہرے ماحول کے اثرات سے ڈاکٹر محمد افضال یہ بیان پیش کرتے ہیں:

> ”خدیجہ مستور کے ان ناولوں میں ان کی ترقی پسندی واضح طور پر محسوس ہوتی ہے انہوں نے سماجی زندگی کے مسائل پر اچھی اور بہترین عکاسی کی ہے۔“(۱۲)

مارشل لاء کے بعد ممتاز دولتانہ کے وزارت سے استعفیٰ کا پتہ چلا ممتاز دولتانہ بھی قائداعظم کے بہت بڑے گہرے دوست تھے انہوں نے پاکستان کے بننے میں کوششوں اور سعی میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ وزیرِ اعلیٰ کا استعفیٰ کی خبر مارشل لاء کی خبر میں دھنس کر رہ گئی آخر عظیم شخصیت استعفیٰ دینے پر کیوں مجبور ہوئی کو لالچ اور طمع نہ تھی۔ اس وقت لیاقت علی خان قتل ہو چکے تھے رہنما قائداعظم کی بیماری کی حالت میں وہ بھی ہمت ہار گئے تھے اس دوران مارشل لاء کا نفاذ قائداعظم کے بہترین دوست کو سیاسی حالات سے بے دخل کیا گیا۔ مستقبل کی آندھی سے ناظم کو اسے تعبیر کیا تھا۔ مارشل لاء چیف ایڈ منسٹریٹر بنتے ہی دولتانہ سے استعفیٰ لے چکے تھے۔ بیوروکریٹ حکومت کے بعد ہر کوئی خوش حال تھا مٹھائیاں بانٹ رہے تھے ملک میں اب امن و امان قائم تھا۔ خواجہ ناظم الدین اسے وزیراعظم بنے جنہیں بعض اقتدار ہی حاصل نہ تھا۔

لالی مٹھائی کا ایک ڈبہ ساتھ لے کر ناظم کے گھر دے کے جاتی ہے ساتھ یہ بھی کہ سی آئی ڈی خواجہ ناظم کے سمت میں لگی ہوئی ہے۔ سکندر مرزا کی حکومت پر ساجدہ بات چیت کرنا چاہتی ہے۔ ساجدہ اچانک دوسری باتوں پر دھیان دینے لگتی ہے۔ وہ اس احساس کا اظہار کرتی ہے کہ وہ کس لئے فضول باتیں کرتی رہے ادب اور شعور کی قدر کون کرتا ہے۔ شعور کی رو کیمونسٹ نظریہ کے فلسفہ کی طرف لوٹ جاتی ہے اس کے ترقی پسند اور جدت پسند خیالات سوچ بچار سامنے آتی ہے مگر ان کے اہم مال سنبھال کرنے نسلوں کی اہم اور پکی دیواروں پر استوار کرتا ہے۔

قیام پاکستان کے وقت ہجرت کا راستہ، دہلی کے گلیوں کے مناظر، مہاجر کے کیمپ کا ماحول خیال میں گھرا ہوا ہے۔ مائیں بچوں کو مزید جوش و جذبے سے ابھار رہی تھیں جس کے بدلے میں دس لوگوں کو مار کر شہید ہونے کا سبق دے رہی تھیں اتنے تک ملک میں مارشل لاء لگ گیا۔

> ”ناظم نے جلدی سے ریڈیو آن کیا۔ لاہور میں مارشل لاء لگا دیا گیا۔ ریڈیو میں مارشل لاء ریگولیشنز سنائے جا رہے تھے۔“(۱۳)

معاشرے میں اندر کے خلفشار بڑھتے چلے گئے وہاں زمین داروں کی چھوٹی سوچ نے مزدوروں غریب طبقہ اور کسانوں کو دبا کر رکھ دیا۔ زمین دار ناول کے پلاٹ میں ناول کا کردار ایسے مناظر کی طرف توجہ کراتا ہے۔

> ”اور زمیندار صاحب! یہ لاٹھیاں اگر پلٹ پڑیں تو۔۔۔۔ ناظم نے بھی غصے سے جواب دیا مگر اندھی مصلحت دور کی بات نہیں سوجھنے دیتی۔ پاکستان میں آپ کے یہی خیالات رہے تو عمر جیل میں کٹے گی۔“(۱۴)

لیاقت علی خان کی موت کے بعد حالات وواقعات سدھرنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے پورے ملک میں افراتفری کا ماحول تھا خاص طور پر بڑے بڑے شہروں میں نئے مشکلات کھڑی ہورہی تھی اندر اور باہر سازشیں ہو رہی تھیں۔اسی دوران قادیانیوں کا مسئلہ اچانک سے ظاہر ہوا۔علمائے کرام اسلام سے خارج کرانے کے لیے قادیانیوں کی مہم چلائی جارہی تھی ادھر دوسری طرف قادیانی دعائے سلامتی کے لیے خطرے پیدا کر رہے تھے ہر طرف فساد برپا تھے۔جلوس پہ جلوس نکالے جارہے تھے۔کاروبار بند ہوگئے تھے لوگوں کی بھیڑ سے بازار ابھرے پڑے تھے سکول کالج بند کردیئے گئے۔ماحول اس قدر خراب ہوگیا کہ ہر چیز کو تالا بندی کی گئی۔نامعلوم طرف سے آنے والی گولی کس کے سینے میں چھلنی کردے کوئی پتہ نہیں۔پولیس امن وامان پیدا کرنے کے لیے بری طرح ناکام ثابت ہوئی تشدد بڑھتے جارہے تھے اخبار لوگوں کی گواہیوں سے بھرے پڑے تھے پولیس علماء کو خطرناک تشدد کا نشانہ بناتی۔ہر وقت جیلیں لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔

قیام پاکستان کے وقت ساجدہ اس صورت حال کو دیکھ کر سہی ہوئی پاکستان ہجرت کرگئی۔ڈاکٹر نیلم فرزانہ ''آنگن ''اور ''زمین ''ایک داستان کے دو حصے قرار دیتے ہوئے ناول زمین کے اقرار کی مشابہت ''آنگن'' کے کرداروں سے مشابہت دیتے ہوئے کہتی ہے:

> ''زمین میں جتنے کردار پیش کیے گئے ہیں کسی نہ کسی شکل میں ''آنگن ''میں موجود ہیں بلکہ ''زمین '' کے کردار ''آنگن '' کے کرداروں کا سایہ معلوم ہوتے ہیں۔''(۱۵)

ناظم ایماندار افسر کی وجہ سے ملازمت چھوڑنے پر مجبور ہو جاتا ہے اسے معلوم ہے کہ وہ ملازمت کرکے ملک و قوم کی خدمت نہیں کرسکتا اس لیے وہ استعفیٰ دے کر کاروبار میں خوشحال ہے۔ساتھ عوام کے حقوق کے لیے آواز اٹھاتا ہے۔قیام پاکستان کو مقاصد کے حصول کی وجہ قرار دیا گیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ہاجرہ مسرور، مضمون نگار، خدیجہ مستور نقوش، شخصیات نمبر، شمارہ نمبر ۴۷، جنوری ۱۹۵۵ء، ادارہ فروغ اردو، لاہور، ص ۱۱۹

۲۔ ہاجرہ مسرور، مضمون بعنوان ''خدیجہ ''فنون، خدیجہ مستور نمبر، لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۱۹

۳۔ ایضاً، ص ۱۹

۴۔ ڈاکٹر محمد احسن فاروقی، ''آنگن پر ایک نظر''مشمولہ، فنون (خدیجہ مستور نمبر) لاہور، جنوری، فروری ۱۹۸۴ء، ص ۱۱۷

۵۔ ڈاکٹر نیلم فرزانہ، ''اردو ادب کی خواتین ناول نگار''، فکشن ہاؤس، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۲۵۲

۶۔ سید محمد عقیل، ڈاکٹر ''اردو ناول اور تقسیم ہند''، علمی میڈیا، دہلی، ۲۰۱۴ء، ص ۱۱۳

۷۔ فاروق عثمان، ڈاکٹر، ''اردو ناولوں میں مسلم ثقافت''، بیکن بکس، ملتان، ۲۰۰۲ء، ص ۱۴۷

۸۔ خدیجہ مستور، ''زمین''، ہمالیہ بک ہاؤس، دہلی، ۱۹۹۵ء، ص ۱۲۲

۹۔ ایضاً، ص ۱۱۴

۱۰۔ ڈاکٹر ممتاز احمد خان، ''اردو ناول کے بدلتے تنا'' ویلکم بک پورٹ، کراچی، ۱۹۹۳ء، ص ۱۵۹

۱۱۔ ڈاکٹر اشتیاق عالم عزمی، ''خدیجہ مستور کی ناول نگاری پر ایک نظر''، رحمان پبلی کیشنز، الہ آباد، ۲۰۱۲ء، ص ۶۱

۱۲۔ ڈاکٹر محمد افضال، ''اردو ناول میں سماجی شعور''، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۰۹ء، ص ۱۵۵

۱۳۔ خدیجہ مستور، ''زمین''، ہمالیہ بک ہاؤس، دہلی ۱۹۹۵ء، ص ۲۰۰

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۲۲

۱۵۔ ڈاکٹر نیلم فرزانہ، ''اردو ادب کی خواتین ناول نگار''، فکشن ہاؤس، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۲۵۴

CC BY